ہندوستان میں امام باڑے کی طرزِ تعمیر کا ارتقاء

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی وطیبہ منور☆

حضرت محمدؐ رسول خدا نے مدینے میں اسلامی جمہوری نظام کی بنیاد ۶۲۲ء میں رکھی۔ اس اسلامی جمہوریت کا کردار اور اس کی خصوصیات ۶۶۱ ء تک باقی رہیں۔ چوتھے خلیفہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ نے ۶۶۱ء میں اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کردیا اور پھر یزید کو اپنا جانشین بھی نامزد کردیا۔ یزید نے معاویہ کی موت کے بعد اپنی خلافت کا اعلان کردیا۔ موروثی جانشینی کا یہ طریقہ اسلامی جمہوریت کی روح سے تضاد رکھتا تھا اور ملوکیت (موروثی شہنشاہیت) کے مترادف تھا۔ یزید نے تمام مسلمانوں سے بیعت (وفاداری کی یقین دہانی) طلب کی لیکن نواسۂ رسولؐ حسینؑ نے یزید کو خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا، جس کے نتیجے میں یزید نے ایک فوج بھیج کے انھیں اور ان کے ساتھیوں کو ۶۸۰ء میں قتل کرادیا۔ حسینؑ کی شہادت کے نتیجے میں ماہِ محرم میں عزاداری کی رسوم کی بنیاد پڑی۔

بارہویں صدی عیسوی میں صوفی ہندوستان آئے اور انہوں نے یہاں صوفی تحریک کی ابتداء کی۔ انہوں نے یہاں دو مرکزوں کی بنیاد رکھی۔ خانقاہ اور امام باڑہ اور ان دونوں مرکزوں کے دروازے بلاتفریق مذہب و مسلک اور ذات ونسل ہر شخص پر کھلے رکھے۔ ان لوگوں نے روزِ عاشور، یعنی ۱۰ محرم کو سوگ یا یومِ غم مقرر کیا۔

محرم کی عزاداری ہندوستان میں بہت عام ہوئی۔ ہندوؤں کو بھی یہ تصور پسند آیا اور انہوں نے اس سلسلے کی ان مجلسوں اور جلوسوں میں شریک ہونا شروع کیا جو امام حسینؑ کے ذکر سے تعلق رکھتی تھیں۔ دس محرم کو صوفیاء جلوس نکالتے تھے جو کربلا پر ختم ہوتا تھا۔ اس کے لیے صوفیوں نے قصبے میں اس قطعۂ زمین کا انتخاب کیا تھا جو ''شاملات دیہہ'' کہلاتی تھی۔ یہ قطعۂ زمین قصبے کے تمام لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہوتا تھا۔

عزاداری کا ادارہ یا سلسلہ ہندوستان میں منظم اور مستحکم ہوتا چلا گیا اور جس جگہ یہ روایات انجام

☆شعبۂ تاریخ و شعبۂ آرکیٹکچر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

دی جاتی تھیں صوفیاء نے اسے امام باڑے کا نام دیا جو عربی اور ہندی لفظوں کا مرکب ہے۔ یہ لفظ بذات خود صوفیوں کی فکر و کا اظہار کرتا ہے۔ 'امام باڑہ' خالص ہندوستانی ادارہ ہے۔ ایسا کوئی ادارہ عرب، ایران، وسطِ ایشیا یا کسی عرب ملک میں نہیں نظر آتا۔

ابتدائی دور میں اس کی عمارت کا کوئی مقررہ منصوبہ یا نقشہ نہیں ہوتا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ امام باڑے کا نقشہ بھی متعین ہوتا چلا گیا۔ اس منصوبے کے ساتھ مسجد کی طرح امام باڑے کے طرز تعمیر کے نقوش بھی پختہ ہوتے چلے گئے۔ امام باڑے بھی مسجدوں کی طرح اونچی کرسی پر بنائے جاتے تھے۔ اس میں ایک وسیع و عریض صحن ہوتا ہے تاکہ عزاداری کی رسوم انجام دینے کے لیے بڑی تعداد میں آنے والے لوگوں کو آسانی سے جگہ مل سکے۔

امام باڑے کی عمارت کا منصوبہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ اسے ایک بڑے قطعۂ زمین پر بنایا جاتا ہے جس میں چار دیواریں اور دو اونچے دروازے ہوتے ہیں تاکہ پروگرام کے بعد لوگ سکون کے ساتھ باہر آسکیں۔ ایک بڑا سا دالان (برآمدہ)، جس کے پیچھے شہ نشین (وہ جگہ جہاں بادشاہ بیٹھتا ہے۔ یعنی امام حسینؑ) ہوتی ہے۔ یہ امام باڑے کے دالان سے ایک میٹر اونچی ہوتی ہے۔ شاہ نشین میں علم (پرچم) اور تعزیے رکھے جاتے تھے۔ ایک طرف ایک منبر (لکڑی کا زینہ نما اسٹینڈ) رکھا جاتا تھا جس پر بیٹھ کر امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھا جاتا تھا۔ امام باڑوں کی تعمیر کے لیے مغل بادشاہ بھی مالی امداد عطا کرتے تھے۔ شاہ جہاں آباد میں ایک امام باڑہ چاندنی چوک میں بیگم سمرو کے محل کے پاس میر عسکری نے بنوایا تھا۔ عشرت علی خاں ناظر نے جس نے مغل بادشاہ اکبر ثانی کے عہد میں خدمات انجام دی تھیں، اس نے ایک امام باڑہ نواب مبارک محل کے باغ میں اس جگہ تعمیر کرایا تھا جہاں آج کل جور باغ آباد ہے۔ شاہجہاں آباد ہی میں ایک امام باڑہ عشرت علی خاں نے کوچہ بلاقی بیگم میں بنوایا تھا۔ جلالی میں سید خیرات علی نے، جو 'کبروی' سلسلے کے صوفی تھے ۱۷۷۴ء میں ایک امام باڑہ تعمیر کرایا تھا، جب نواب شجاع الدولہ نواب رحمت علی خاں سے جنگ کرنے جارہے تھے اور راستے میں محرم کا چاند نظر آگیا تو شجاع الدولہ نے جلالی میں محرم کی عزاداری کی۔ اس کے بعد آصف الدولہ نے اس امام باڑے کو معافی میں پانچ گاؤں دیے۔ بہرحال، سب سے متوازن اور متعینہ منصوبہ کے ساتھ جو امام باڑہ تعمیر ہوا وہ لکھنؤ میں نواب آصف الدولہ کا بنوایا ہوا امام باڑہ ہے۔

آصف الدولہ کا امام باڑہ، جو نوابی دور کے طرزِ تعمیر میں پہلی عمارت ہے، لکھنؤ میں گنتی کی ان چند

عمارتوں میں سے ہے جن میں یوروپی اثرات بالکل نہیں ہیں۔ نوابین جنھیں حکمراں کی حیثیت سے ہرطرح کی آزادی حاصل تھی، ان کے پاس دل کھول کر تعمیراتی کاموں پر خرچ کرنے کا موقع تھا۔ چنانچہ یہ امام باڑہ بڑے عالیشان انداز میں بنایا گیا گو کہ کہیں کہیں اس میں ضرورت سے زیادہ آرائشی اضافوں کا احساس ہوتا ہے۔

یہ بڑا امام باڑہ، آصف الدولہ امام باڑے کے مکمل منصوبے، کا ایک حصہ ہے جس میں ایک مسجد، صحن، دروازے اور باؤلی (سیڑھیوں والا کنواں) جسے گرمیوں کے محل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، شامل ہیں۔ اسے ۱۷۸۴ کے قحط کے بعد 'قحط امدادی کام' اور ان ہی خصوصیات کا تتبع کرتے ہوئے اسی امام باڑے کا طرزِ تعمیر اپنایا گیا۔ گو کہ امام باڑے میں سب سے اہم بات اس کی اسلامی روایت سے تعلق رکھتی تھی مگر اس کی ابتداء اور بنیاد خالص ہندوستانی ہے۔ اس کا منصوبہ اور پورا خاکہ ہندوستان میں ہی تیار کیا گیا اور اس میں آج بھی تمام ہندوستانی خصوصیات ہیئت اور کردار موجود ہیں۔

امام باڑے کا خاکہ: